International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 02, July-Sep 2024
pp: 392-407

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اعلیٰ حضرت اور علامہ اقبال کا شان رسالت مآب ﷺ میں شعری مشترکات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Poetic Commonalities Between Ala Hazrat and Allama Iqbal in Praise of the Holy Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him)

Hafiz Muhammad Abdullah
M.Phil Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
Hanzla Mukhtar
M.Phil Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Abstract
This research presents a comparative analysis of the poetic expressions of Ala Hazrat Ahmed Raza Khan Barelvi and Allama Muhammad Iqbal in praise of the Holy Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him). Both poets, despite their differing socio-political and theological backgrounds, exhibit deep reverence and love for the Prophet ﷺ in their poetry. The study highlights the shared themes in their works, such as devotion to the Prophet ﷺ, his unique status in creation, his mercy to the worlds, and his spiritual centrality in Islam. By examining selected verses from both poets, this paper uncovers how their poetic language, imagery, and metaphors converge in expressing profound respect and attachment to the Prophet ﷺ. The analysis also reflects on how their praise not only serves as literary devotion but also as a means to reinforce the spiritual and moral dimensions of Islamic thought. This study aims to bridge a better understanding of the harmonious elements in Islamic poetic traditions across different intellectual spectrums.

Keywords:
Ala Hazrat Ahmad Raza Khan, Allama Iqbal, Praise of the Prophet Muhammad (PBUH), Islamic Poetic Tradition, Comparative Literary Analysis

علماء اسلام روزِ اول سے علم وحکمت کی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں، وہ بغداد کی جامعہ نظامیہ ہو، یا کوفہ کی دانش گاہیں، یا پھر وہ ہارون الرشید کی سرکاری علاج گاہیں ہوں، یا پھر ملک اندلس کے علماء علم ہندسہ کے تعمیراتی شاہکار ہوں، چار دانگ عالم میں ہمیشہ ان کی دھوم مچی رہی ہے اور پوری دنیا بالعموم اور برصغیر بالخصوص ان کے علمی تجربات سے حاصل شدہ ذہنی ارتقاء کا مرہون منت نظر آتا ہے، برصغیر میں علم ہندسہ کی بات ہو تو جمنا و گنگا کے سنگم پر پورے طمطراق سے کھڑے تاج محل اور قلعہ دہلی کے پہلو پیوست قطب مینار، اور لال مسجد دہلی، بادشاہی مسجد لاہور کے بغیر یہ داستان ادھوری نظر آتی ہے، اسی طرح علم توقیت کی بات ہو، یا پھر وہ علم جغرافیہ وہئیات قدیمہ سے عوام اسلام کو ذہنی عرفان وجدان سے ہمکنار کرنا مقصود ہو تو علماء برصغیر کی خدمات کے تذکرہ کے بغیر یہ تاریخی سفر ادھورا سا لگتا ہے اور یہ داستان علم پروری اپنی رنگینی کھونے لگتی ہے۔

انہی عظیم علماء میں سے دنیائے اسلام کے دو عظیم المرتبت تاجدار جنہوں نے اجڑے ہوئے گلستاں کو نئی زندگی بخشی، جنھوں نے اپنی شیریں بیانی سے بچھڑے لوگوں کو قریب کیا، جنھوں نے اپنے زورِ تقریر سے بیدینوں کا منہ بند کر دیا، جنھوں نے اپنے سیف قلم سے سرکشِ باطل پرستوں کو مجروح و

مردہ کر دیا، جنہوں نے گلشن عظمت مصطفٰے ﷺ کو ہرا بھرا بنایا، جنہوں نے گمراہوں کو راہ حق دکھانے میں بے پناہ کوششیں صرف کیں، جنہوں نے بارگاہِ احدیت کی عزت وجلالت اور رسول کریم ﷺ کی عظمت و حرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجایا، جنہوں نے ہیبت حق کا سکہ سب کے دلوں پر بٹھایا، جنہوں نے بڑے بڑے فلاسفروں کو اپنے خداداد علوم کی تابناک شعاعوں سے چکا چوندھ کر دیا، جنہوں نے شریعت مقدسہ کی اتباع اور دین حق کی خدمت میں پوری زندگی گزار دی ان عظیم ہستیوں کو دنیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور علامہ اقبال کے نام سے یاد کرتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نہ صرف اعلیٰ درجہ کے محقق اور مفکر تھے بلکہ اعلی درجہ کے شاعر بھی تھے۔ جس طرح آپ کی علمی اور حقیقی صلاحیتوں کا اعتراف بڑے بڑے علماء ومشائخ نے کیا ہے اسی طرح آپ کی شاعرانہ فکر اور قادر کلامی کا لوہا بھی بڑے بڑے شعراء نے مانا ہے۔ آپ نے صرف اردو میں ہی نہیں بلکہ فارسی، عربی اور ہندی میں بھی اپنی شاعری کے جواہر لٹائے ہیں۔ اسی طرح شاعرِ مشرق حضرت علامہ محمد اقبال کا شمار بھی دنیا کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے۔ آپؒ فلسفہ، تاریخ اور ادبیات کے نامور عالم اور باکمال استاد تھے۔ یوں تو آپؒ کو کئی زبانوں سے واقفیت تھی لیکن عربی، فارسی اور اردو زبان پر آپؒ کو بے مثال دسترس حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؒ کو جو صلاحیت ملی تھی وہ اُن کے عہد کے دیگر شعراء کی بانسبت زیادہ عمیق اور ہمہ گیر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا مقام فنِ شاعری میں بہت بلند ہے۔ ذیل میں ہم اعلیٰ حضرت اور اقبال کے شان رسالت مآب ﷺ میں بیان کردہ اشعار کا تقابل پیش کرتے ہیں:

مقام رسول ﷺ

اعلی حضرت رسول کریم ﷺ کا ارفع واعلیٰ مقام اور آپ کی ذات وصفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سرور کہوں کہ مالک ومولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے [1]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے [2]
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے [3]

ایک اور مقام پر رسول کریم ﷺ کا مقام ومرتبہ قرانی قسموں کے تناظر میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر وکلام وبقا کی قسم [4]
ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دوجہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم [5]

اسی طرح اقبال نے مقام رسول کریم ﷺ کا ذکر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر وقت مسلمانوں کے دلوں میں رہتے ہیں اور امت مسلمہ کی عزت آپ ہی کی وجہ سے ہے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیؐ است

آبروے ما ز نامِ مصطفیؐ است

طور، موجے از غبارِ خانہ اش

کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

کمتر از آنے ز اوقاتش ابد

کاسبِ افزایش از ذاتش ابد

بوریا ممنون خواب راحتش

تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

در شبستان حرا خلوت گزید

قوم و آئین و حکومت آفرید[6]

"مصطفی ﷺ کا مقام مسلمانوں کے دل میں ہے ہماری عزت آپ ﷺ کے نام مبارک سے ہے۔ کوہِ طور آپ ﷺ کے دولت خانہ کی گرد کی ایک لہر ہے۔ اور آپ ﷺ کا کاشانہ مبارک کعبہ کے لیے بیت الحرم کا درجہ رکھتا ہے۔ ابد حضور ﷺ کے اوقات کے ایک پل سے بھی کم تر ہے۔ وہ حضور ﷺ کی ذات مبارک سے فیضان حاصل کرنے والا ہے چٹائی حضور ﷺ کی راحت بھری نیند کی احسان مند ہے۔ کسریٰ کا تاج آپ ﷺ کی اُمت کے پاؤں تلے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے غارِ حرا میں خلوت گزینی اختیار کی اور ایک قوم ایک (عظیم) آئین اور ایک (عظیم) حکومت دنیا کو دی"۔

تقابل:

درج بالا اشعار میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اور علامہ محمد اقبال دونوں نے اپنے اپنے انداز میں نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس کا مقام بیان کیا ہے، مگر اندازِ بیان، اسلوب اور مقصد میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا کلام سراپا عشق و ادب ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کی مدح خالصتاً عبادت کا درجہ رکھتی ہے جیسے وہ رسولِ اکرم ﷺ کی ذات کو ایسی رفعت پر دیکھتے ہیں کہ الفاظ قاصر نظر آتے ہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں "حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے"۔ ان کی شاعری صوفیانہ رنگ اور والہانہ محبت سے لبریز ہے۔ اس کے برعکس علامہ اقبال نبی اکرم ﷺ کو نہ صرف روحانی پیشوا بلکہ امتِ مسلمہ کی فکری، تہذیبی اور سیاسی وحدت کا محور قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں "در دلِ مسلم مقامِ مصطفیؐ است، آبروے ما ز نامِ مصطفیؐ است" جس میں یہ حقیقت واضح نظر آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی امت کی عزت، وحدت اور بیداری کا سرچشمہ ہے۔ اقبال کا انداز فلسفیانہ اور احیائی ہے، جو عشقِ رسول ﷺ کو عملی زندگی کی اصلاح سے جوڑتا ہے۔ یوں دونوں شاعروں کی راہیں جدا ہونے کے باوجود ان کے دلوں میں بسنے والا عشقِ رسول ﷺ انہیں ایک ہی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔

عظمت رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کی لازوال عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زہے عزت و اعتلائے محمد

کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد[7]

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا

ملک خادمان سرائے محمد[8]

آخر میں ان ﷺ کی رضا کو خدا کی رضا قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد[9]

اقبال نے جب رسول کریم ﷺ کی عظمت کی بات کی تو آپ ﷺ کو لوح و قلم قرار دے دیا اور آپ ﷺ کے وجود کو الکتاب کہا:

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب

گُنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ

ذرہِ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود

فقرِ جُنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری ﷺ نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے

عقل، غیاب و جستجو! عشق، حضور و اضطراب

تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے

طبعِ زمانہ تازہ کر جلوہء بے حجاب سے[10]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں نے رسول کریم ﷺ کی عظمت کو نہایت والہانہ انداز میں بیان کیا، مگر اسلوب اور نقطۂ نظر میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے نعتیہ اسلوب میں حضور ﷺ کی عظمت کو بلند ترین الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عرش بھی آپ ﷺ کے قدموں میں ہے اور تمام عالم آپ ﷺ کے در کے غلام ہیں۔ ان کے اشعار میں عشقِ رسول ﷺ کی ایسی وارفتگی جھلکتی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی رضا کو ہی خدا کی رضا قرار دیتے ہیں جب کہ دوسری جانب علامہ اقبال نے فلسفیانہ اور فکری انداز اپناتے ہوئے رسول کریم ﷺ کو علم و حکمت کا منبع قرار دیا۔ وہ آپ ﷺ کو "لوح و قلم" اور "وجودِ الکتاب" کہہ کر علم، وحی اور روحانی بصیرت کا سرچشمہ گردانتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے اشعار میں عشق بھی ہے مگر عقل کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر وہ رسول ﷺ کی نگاہِ ناز کو عقل و عشق دونوں کی منزل قرار دیتے ہیں۔ یوں اعلیٰ

حضرت کا انداز زیادہ عقیدت و عشق پر مبنی ہے، جب کہ اقبال کا انداز عشق و فکر کا حسین امتزاج ہے۔ دونوں کا مرکز محبتِ رسول ﷺ ہے، مگر انداز بیاں مختلف ہیں۔

محبت رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہوئے کچھ یوں عرض کرتے ہیں:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں[11]

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں[12]

اسی طرح جب اقبال نے محبت رسول ﷺ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جس کا سامان محبت رسول ﷺ ہے تو بحر و بر اسی کا ہے:

ہر کہ عشق مصطفی سامان اوست

بحر و بر در گوشہ دامان اوست[13]

تقابل

اعلیٰ حضرت اور علامہ اقبال دونوں نے محبتِ رسول ﷺ کو اپنے کلام کا مرکز و محور بنایا ہے، لیکن دونوں کا اندازِ بیان اور داخلی کیفیت مختلف نوعیت کی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا اسلوب سراسر وارفتگی اور دیوانگیِ عشق سے لبریز نظر آتا ہے۔ وہ رسول کریم ﷺ کی محبت کو محض جذباتی وابستگی نہیں، بلکہ کل کائنات سے بے نیازی کا سبب گردانتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں "دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں" یعنی محبتِ رسول کریم ﷺ کا جزبہ اس قدر شدید ہے کہ کائنات کی ہر نعمت بھی اس کے مقابل ہیچ و کمتر نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں عشقِ رسول ﷺ ایمان کی اصل روح ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں "جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا"۔ دوسری جانب علامہ اقبال محبتِ رسول ﷺ کو فکری عظمت اور روحانی قیادت کے پیمانے پر دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں عشق نہ صرف جذباتی کیفیت ہے بلکہ ایک انقلابی قوت ہے جو دنیا کو فتح کر سکتی ہے۔ اقبال فرماتے ہیں "ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست، بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست" یعنی جو شخص محبتِ رسول کریم ﷺ سے مالامال ہے، سمندر و خشکی بھی اس کے زیرِ اثر آ جاتے ہیں۔ اقبال کا انداز زیادہ تجریدی اور روحانی ہے کہ وہ محبتِ رسول کریم ﷺ کو عقل، وجدان، قیادت، اور انقلاب کی بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں۔ لہذا اعلیٰ حضرت کا عشقِ رسول ﷺ سراپا نیاز و فدائیت کا نمونہ ہے، جب کہ اقبال کا عشقِ رسول ﷺ ایک باوقار، فعال اور صاحبِ بصیرت امّت کی تشکیل کا ذریعہ ہے۔ دونوں بزرگوں کا نکتۂ آغاز و اختتام محبتِ رسول ﷺ ہے، مگر ان کا انداز اور سفر کی سمت اپنے اپنے مزاج کے مطابق منفرد ہے۔

اصل کائنات

اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کو کائنات کی اصل قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[14]

اسی طرح اقبال نے بھی رسول کریم ﷺ کے وجود اطہر کو ہی کائنات کی رونق قرار دیا ہے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنّم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھرمے بھی نہ ہو خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے[15]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں نے رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو کائنات کی اصل اور بنیاد قرار دیا، مگر اس بیان میں انداز اور اسلوب کا فرق نمایاں نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے محبت وعقیدت کے بھرپور اظہار کے ساتھ فرمایا "وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو، جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے"۔ ان کے نزدیک رسول کریم ﷺ کی ذات ہی پوری کائنات کی تخلیق کا سبب ہے، اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ یہ جہاں ہوتا اور نہ اس کی کوئی حقیقت۔ یہ انداز سراسر عاشقانہ، یقین سے بھرپور اور نعتیہ جذبے سے لبریز نظر آتا ہے، جب کہ دوسری جانب علامہ اقبال نے بھی یہی مضمون بیان کیا مگر فلسفیانہ اور فکری انداز میں وہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ بلبل کا نغمہ ہوتا، نہ کلیوں کی مسکراہٹ، نہ شرابِ معرفت ہوتی، نہ بزمِ توحید، حتیٰ کہ نبضِ ہستی بھی اسی نام کی بدولت دھڑک رہی ہے۔ اقبال کائنات کے ہر حسن و حرکت کو رسول کریم ﷺ کے فیض سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ یوں دونوں ہستیوں کے کلام میں یہ پیغام مشترک ہے کہ رسول ﷺ ہی کائنات کی روح اور وجود کی بنیاد ہیں، مگر یہاں فرق صرف اسلوب کا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے عقیدت کی روشنی میں بیان کیا، جب کہ اقبال نے حکمت و عشق کو یکجا کر کے پیش کیا۔

معراجِ رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت معراجِ رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ عظیم مقام ہے کہ جو کسی بھی نبی کو نصیب نہ ہوا اور آخر میں آپ ﷺ کی اس عظمت پر درود و سلام کا نذرانہ بھی پیش کیا:

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں[16]
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام[17]
نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طورِ نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے[18]
شبِ اسرا کے دولہا پہ دائم دُرود

نوشۂ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام[19]

اقبال معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ موسیٰ تھے جو ایک تجلی سے گر پڑے لیکن آپ ﷺ کی ذات ایسی عظیم ذات ہے کہ آپ ﷺ سارے مشاہدات بھی کرتے رہے اور مسکراتے بھی رہے:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات

تو عینِ ذات می نگری و تبسمی[20]

اور آخر میں فرماتے ہیں کہ سارا عالم بشریت کی زد میں ہے:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں[21]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال نے واقعۂ معراجِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنی شاعری میں نہایت عقیدت و عظمت کے ساتھ بیان کیا، مگر دونوں کا اندازِ بیان قدرے مختلف ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ہاں معراج سراسر نبی کریم ﷺ کی رفعت اور یکتائی کا مظہر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "وہی نبی ﷺ لا مکاں کے مکیں ہوئے، عرش پر تخت نشین ہوئے" اور یہ مقام کسی اور نبی کو نصیب نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام صرف ایک تجلی پر بے ہوش ہو گئے، جب کہ نبی کریم ﷺ نے عرش سے آگے جا کر اللہ کریم بھی دیدار فرمایا اور واپس بھی تشریف لے آئے، اس عظیم ہمت پر اعلیٰ حضرت درود و سلام بھیجتے ہیں۔ ان کا انداز خالصتاً عاشقانہ، نعتیہ اور تعظیم سے بھرپور ہے۔ اس کے برعکس دوسری جانب علامہ اقبال معراج کے واقعے کو ایک روحانی تجربے کے ساتھ ساتھ فکری پیغام کے طور پر بھی دیکھتے ہیں۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے ہوش کھونے کو ایک حد سمجھتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ کو عین ذات کا مشاہدہ کرنے والا قرار دیتے ہیں جو تبسم فرما رہے تھے۔ اقبال اس واقعے سے سبق لیتے ہیں کہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ نے انسان کو یہ پیغام دیا کہ آسمان بھی اس کی پہنچ میں ہو سکتا ہے، یعنی انسان اپنی بلند ترین منزل کو پا سکتا ہے۔ اس طرح اعلیٰ حضرت کے ہاں معراج عقیدت و عشق کی معراج ہے، جب کہ اقبال کے ہاں معراج، عظمتِ نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لیے ایک پیغامِ ترقی بھی ہے۔

کمالات رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت کمالات رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خلق کو سب سے عظیم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم[22]

اسی طرح اقبال کمالات رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ذاتیں ایک طرف اور رسول کریم ﷺ اپنے کمالات کی وجہ سے ایک طرف ہیں مزید یہ کہ آپ ﷺ کو جو بھی کمالات عطا کیے گئے آپ ﷺ ہر ہر کمال میں اول اور آخر ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ[23]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں نے رسول کریم ﷺ کے کمالات کو نہایت عقیدت و محبت سے بیان کیا ہے، مگر ان کے اندازِ بیان اور زاویۂ نگاہ میں ایک خاص فرق بھی نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے کلام میں رسول اللہ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور حسنِ صورت کو مرکزِ توجہ بناتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات ظاہری و باطنی لحاظ سے بے مثل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کے اخلاق کو "عظیم" اور آپ کے خلق کو "جمیل" قرار دیا، اور یہ بھی تاکید فرماتے ہیں کہ نہ آپ ﷺ جیسا کوئی ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ اس کلام میں محض محبت نہیں بلکہ عقیدت کی بنیاد پر ایک بلند ترین سطح کا اظہار نظر آتا ہے۔ دوسری جانب علامہ اقبال حکیم الامت رسول کریم ﷺ کے کمالات کو ایک وسیع تر فکری اور روحانی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلے میں رسول کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی منفرد اور کامل ہے۔ اقبال کے بقول آپ ﷺ ہی اوّل بھی ہیں اور آخر بھی، آپ ﷺ ہی قرآن بھی ہیں، فرقان بھی اور آپ ﷺ ہی یٰسین وطٰہٰ بھی ہیں۔ یہ ایک ایسا فکری بیان ہے جو رسول کریم ﷺ کی جامعیت اور آپ کے پیغام کی ابدیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کے کمالات کو محبت اور جمالیات کے زاویے سے بیان کرتے ہیں، جب کہ اقبال فکری، روحانی اور تہذیبی حوالے سے ان کمالات کو پیش کرتے ہیں۔ دونوں بزرگوں کے ہاں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو ہر کمال میں بلند تر اور بے مثل قرار دیا گیا ہے، جو امتِ مسلمہ کے لیے ایمان، محبت اور فکری رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

نظر رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کی نگاہ ناز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو رسول کریم ﷺ کی ذات والا شان سے مخفی ہو۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں [24]
بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے [25]
تجھ سے چھپاؤں منھ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقّع نظر کی ہے [26]
قسمت میں لاکھ پیچ ہوں، سو بل، ہزار کج
یہ ساری گتھی اِک تری سیدھی نظر کی ہے [27]

اقبال رسول کریم ﷺ کی نگاہ ناز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نگاہ ایسی نگاہ ہے کہ اس سے عقل اور عشق مراد پاتے ہیں۔

تیری ﷺ نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل، غیاب و جستجو! عشق، حضور و اضطراب [28]

مزید فرمایا:

تیری نظر میں ہیں تمام میرے گزشتہ روز و شب

مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم نخیلِ بے رُطب[29]

بے قرار دلوں پر نظر کرم اور دلوں کے بھیدوں سے واقفیت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

اے فروغت صبح اعصار و دھور

چشم تو بینندۂ ما فی الصدور[30]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں رسول کریم ﷺ کی نگاہِ مبارک کے کمالات کو نہایت والہانہ انداز میں بیان کرتے ہیں، مگر ان کے اسلوب اور فکری انداز میں لطیف فرق پایا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور کریم ﷺ کی نگاہ صرف بصری نہیں بلکہ ایک احاطہ کرنے والی، محیط اور ہمہ گیر نظر ہے جو عرش سے فرش تک، ملکوت سے ناسوت تک ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آپ اس نظر کو ایسی نظر قرار دیتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور جو قسمت کی الجھی ہوئی گتھیاں صرف ایک نظر سے سلجھا دیتی ہے۔ ان کے کلام میں نگاہ مصطفی ﷺ کا جمالیاتی، روحانی اور کرم نوازی کا پہلو غالب ہے، جو دلوں کی کلیاں کھلانے اور جگر کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہے۔ علامہ اقبال کی نگاہ میں بھی رسول کریم ﷺ کی نظر نہایت بلند و برتر ہے، لیکن ان کا انداز زیادہ فکری اور عرفانی ہے۔ وہ حضور ﷺ کی نگاہ کو عقل و عشق دونوں کی مراد بتلاتے ہیں، یعنی وہ نگاہ جس نے عقل کو جستجو عطا کی اور عشق کو اضطراب و حضوری بخشا۔ اقبال کے نزدیک یہ نظر صرف دیکھنے والی نہیں بلکہ دلوں کے حال جاننے والی، انسان کے ماضی و حال پر محیط اور صدور کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ ان کے کلام میں نبی کریم ﷺ کی نظر کو ایک ایسی روحانی روشنی قرار دیا گیا ہے جو زمان و مکان کی حدود سے ماورا ہو کر قلوب کے اسرار کو جانتی ہے۔

لہذا اعلیٰ حضرت کی نظر میں یہ نگاہ سراپا کرم، جمال اور عطا کی علامت ہے، جب کہ اقبال کی نگاہ میں یہ ایک باطن شناس، معرفت افروز اور عقل و عشق کو ہم آہنگ کرنے والی نگاہ ہے۔ دونوں ہی اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی نظر ایسی نظر ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں، اور جو کائنات کے ظاہر و باطن کو اپنے نور سے منور کرتی ہے۔

خوشبوئے رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کی خوشبو کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جہاں جہاں سے بھی گزر جاتے وہ راستہ آپ ﷺ کی خوشبو سے مہک جاتا ہے۔

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے

بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے[31]

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر

رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر[32]

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں

اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے [33]

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں [34]

اسی طرح اقبال فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مہک ایسی مہک ہے کہ جس کے ذریعے سے شبنم اور پھولوں میں خوشبو پیدا ہوتی ہے:

جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مہک ہویدا

شبنم کے موتیوں میں، پھُولوں کے پیرہن میں [35]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں نے رسول کریم ﷺ کی خوشبو کا ذکر نہایت عقیدت اور گہرے احساسات کے ساتھ کیا ہے، لیکن دونوں کا اندازِ بیان اور فکر کا اسلوب جدا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں رسول کریم ﷺ کی خوشبو ایک جسمانی اور روحانی کیفیت کے طور پر ظاہر ہوتی ہے، جو ہر اُس جگہ کو مہکا دیتی ہے جہاں آپ ﷺ کا گزر ہوتا ہے۔ اُن کے اشعار میں یہ خوشبو صرف ایک خوشگوار مہک نہیں بلکہ حضور ﷺ کی نورانیت اور وجودِ اقدس کا روح پرور اثر ہے جو زمین کو بھی عنبر بنا دیتا ہے، دلوں کے غنچے کھلا دیتا ہے اور کوچہ ہائے محبت کو بسا دیتا ہے۔ اُن کے ہاں خوشبو رسول کریم ﷺ کے جسمِ اطہر کی کرامت ہے جو گمراہوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ دوسری جانب علامہ اقبال خوشبو کو ایک علامتی، کائناتی اور فکری استعارہ کے طور پر لیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی خوشبو وہ روحانی اثر ہے جو کائنات کی لطافتوں میں سرایت کر گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شبنم کے موتیوں اور پھولوں کے پیرہن میں جو خوشبو اور چمک ہے، وہ دراصل حضور ﷺ کی مہک اور نور کا پرتو ہے۔ اقبال کا انداز زیادہ تجریدی اور فکری ہے، جہاں خوشبو ایک کائناتی نظم کا جزو بن کر نبی ﷺ کی ہمہ گیریت کو ظاہر کرتی ہے۔ یوں اعلیٰ حضرت کے ہاں خوشبو سراسر حضور ﷺ کی جسمانی و روحانی صفات کی جلوہ گری ہے، جو فضا کو معطر اور دلوں کو روشن کرتی ہے، جب کہ اقبال کے ہاں یہی خوشبو کائنات کے ذرے ذرے میں حضور ﷺ کی موجودگی اور اثرات کا مظہر ہے۔ دونوں ہی اس بات پر متفق ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خوشبو عام خوشبوؤں کی طرح نہیں، بلکہ وہ ایک ایسی روحانی حقیقت ہے جو قلب و نظر کو جلا بخشتی ہے اور کائنات کو مہکاتی ہے۔

احترام رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت احترام رسول کریم ﷺ میں یہاں تک عرض کرتے ہیں کہ میرے ماں باپ بہن بھائی عزیز دوست یہاں تک کہ سب کچھ آپ ﷺ کی ذات پر قربان ہیں:

ماں دونوں بھائی بیٹے بھتیجے عزیز دوست

سب تُجھ کو سونپے مِلک ہی سب تیرے گھر کی ہے [36]

میں خانہ زادِ کُہنہ ہوں صورت لکھی ہوئی

بندوں کنیزوں میں مِرے مادَر پدَر کی ہے [37]

اسی طرح اقبال بھی رسول کریم ﷺ کی ذات پر اپنے ماں باپ کو فدا کرتے ہوئے کچھ یوں عرض کرتے ہیں:

تا مرا افتاد بر رویت نظر

از اب و ام گشتهٔ ئی محبوب تر[38]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں نے احترامِ رسول ﷺ کے باب میں ایسی وارفتگی اور خلوص کا اظہار کیا ہے جو عشقِ مصطفی ﷺ کی بلند ترین مثال ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ہاں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے جو ادب، تعظیم اور احترام ہے، وہ محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ عقیدے کا ایک مضبوط ترین ستون ہے۔ وہ اپنی ہر عزیز و متاع، حتیٰ کہ ماں، باپ، بھائی، بیٹے، بھتیجے اور دوست سب کو رسول کریم ﷺ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ان کے اشعار میں نہ صرف عقیدت ہے بلکہ یہ اعلان بھی کہ ان کی کل کائنات، ان کا سب کچھ، نبی پاک ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ وہ خود کو اور اپنے خاندانی پس منظر کو بھی آقا ﷺ کا غلام قرار دیتے ہیں، گویا ان کی شناخت ہی حضور ﷺ کی نسبت سے ہے۔ دوسری جانب علامہ اقبال جب احترامِ رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں بھی جذبات کی گہرائی موجود ہے، مگر ان کا انداز زیادہ فکری اور شعوری ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب سے ان کی نگاہ رسول کریم ﷺ کے جمالِ مبارک پر پڑی، اس لمحے سے اُن کے لیے ماں باپ کی محبت بھی پس منظر میں چلی گئی اور محبوبِ خدا ﷺ ان کے لیے سب سے بڑھ کر عزیز اور محبوب بن گئے۔ یہ صرف ایک جذباتی تبدیلی نہیں بلکہ روح کی وہ انقلابی کیفیت ہے جس میں دنیا کی ہر رشتہ داری اور محبت، نبی کریم ﷺ کی محبت کے سامنے کم تر ہو جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت کے ہاں احترامِ رسول ﷺ اطاعت، عقیدت، وارفتگی اور مکمل سپردگی کے انداز میں ظاہر ہوتا ہے، جہاں ہر چیز کو حضور ﷺ کے قدموں میں نثار کر دینا ایمان کی علامت ہے۔ جب کہ اقبال کے ہاں یہ احترام شعوری، روحانی اور قلبی انقلاب کا نام ہے جہاں رسول کریم ﷺ کی محبت باقی ہر تعلق پر غالب آجاتی ہے۔ دونوں عظیم شخصیات کا انداز جدا ہے، مگر نتیجہ ایک ہی ہے کہ حضور کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے سامنے سب کچھ ہیچ ہے، اور اصل عزت و محبت صرف اُن کے لیے مخصوص ہے۔

اہلِ بیتِ رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت اہل بیت کا ذکر کرتے ہوئے اہل بیت کو چمنستان کرم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور مزید فرماتے ہیں کہ یہ ایسا چمنستان ہے کہ جس کا ہر ہر پھول نور ہے:

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی

زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول[39]

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا[40]

جب اقبال اہل بیت کا تذکرہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا اس چمنستان کرم کا ایسا پھول ہیں کہ جن کے والد کائنات کے سردار رسول کریم ﷺ ہیں، جن کے خاوند کائنات ولایت کے شہنشاہ ہیں اور مشکل کشا ہیں۔ جن کی اولاد جنت کی سردار ہے:

مریم از یک نسبت عیسی عزیز

از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمۃ للعالمین

آن امام اولین و آخرین

بانوی آن تاجدار ''ھل اتی''

مرتضی مشکل کشا شیر خدا

مادر آن مرکزِ پرکارِ عشق

مادر آن کاروان سالارِ عشق [41]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں بزرگوں نے نبی کریم ﷺ کے خاندان کی عظمت و رفعت کو نہایت محبت اور احترام کے ساتھ بیان کیا ہے، تاہم ان کے اندازِ بیان، فکری جہت اور اظہار کی گہرائی میں فرق پایا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں اہلِ بیت کو "چمنستانِ کرم" سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی ایسا باغِ رحمت و عنایت، جس کے ہر پھول میں نورانی جمال اور روحانی کمال موجود ہے۔ وہ سیدہ فاطمہ زہرا، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو نہ صرف خاندانِ نبوت کے عظیم چراغ کہتے ہیں بلکہ پورے گھرانے کو "نور کا گھرانہ" قرار دیتے ہیں۔ ان کے اشعار عقیدت اور عشق کے ساتھ ساتھ، اہلِ بیت کی روحانی عظمت اور پاکیزگی کا آئینہ ہیں۔ دوسری جانب علامہ اقبال کا انداز زیادہ فکری، فلسفیانہ اور نسبتوں کی معنویت پر مبنی ہے۔ وہ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت کو تین عظیم نسبتوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی، جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حسن و حسین علیہم السلام کی ماں ہونے کے ناطے آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ اقبال کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نہ صرف "نورِ چشمِ رحمت للعالمین" ہیں، بلکہ وہ مرکزِ عشق، قیادت اور روحانی قوت کا سرچشمہ بھی ہیں۔ ان کے اشعار میں اہلِ بیت کی شان صرف خاندانی عظمت سے نہیں، بلکہ ان کے کردار، قربانی، اور روحانی مرتبے سے نمایاں ہوتی ہے۔ دونوں ہستیوں کے کلام میں محبتِ اہلِ بیت کا رنگ نمایاں ہے، مگر ایک میں جمالیاتی وارفتگی غالب ہے اور دوسرے میں فکری عظمت کی بلندی۔ اس تقابل سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اہلِ بیت علیہم السلام ہر زاویے سے عظیم، محترم اور اُمت کے لیے باعثِ نجات و ہدایت ہیں۔

نور رسول ﷺ

اعلیٰ حضرت رسول کریم ﷺ کے نور کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سارے جہان میں جو نور چمک رہا ہے وہ آپ ﷺ کی ذات کی وجہ سے ہی ہے چاند ستارے سورج آپ ﷺ کے نور کی وجہ سے ہی روشن ہیں مزید فرماتے ہیں کہ کھیعص سے مراد آپ ﷺ کا نورانی چہرہ ہے۔

چھینٹ تمہاری سحر چھوٹ تمہاری قمر

دل میں رچا دو ضیا تم پہ کروروں دُرود [42]

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا

بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا [43]

کٓ گیسو ہٰ دہن یٰ اَبرو آنکھیں عٓ صٓ

کٓھٰیٰعٓصٓ اُن کا ہے چہرہ نور کا [44]

نورِ عینِ لطافت پہ اَلطف دُرود

زیب وزینِ نظافت پہ لاکھوں سلام[45]

مزید فرماتے ہیں:

خدا ہی دے صبر جانِ پر غم دِکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم

جَب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دُولھا بنا رہے تھے[46]

اُتار کر اُن کے رُخ کا صَدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا

کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وُہی تو اب تک چھلک رہا ہے وُہی تو جوبن ٹپک رہا ہے

نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلووں کا اُن کے دَھوَون بنا وہ جنت کا رنگ ورَوغن

جنھوں نے دُولھا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سُہانی گھڑی پھرے گی

وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور

دورویہ قدسی پَرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے[47]

اقبال رسول کریم ﷺ کے نور مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیائے رنگ و بو میں جہاں بھی نظر دوڑائی اس کی مٹی سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے، وہ یا تو نور مصطفیٰ ﷺ کی چمک دمک رکھتی ہے یا ابھی تک مصطفیٰ ﷺ کی تلاش میں ہے:

ھر کجا بینی جھانِ رنگ و بو

آں کہ از خاکش بروید آرزو

یا زِ نورِ مصطفیٰ اُو را بھاست

یا ھنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است[48]

تقابل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ اقبال دونوں ہستیوں نے رسول کریم ﷺ کے نور مبارک کو اپنی شاعری میں مرکزِ توجہ بنایا ہے، لیکن دونوں کے انداز اور فکری جہات الگ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک نورِ مصطفیٰ ﷺ کائنات کا اصل منبع ہے۔ ان کے اشعار میں یہ نظریہ بار بار سامنے آتا ہے کہ جو کچھ روشن ہے، جو کچھ چمکتا ہے، وہ سب رسول اللہ ﷺ کے نور کا پرتو ہے، سورج، چاند، ستارے حتیٰ کہ صبح کی روشنی اور دل کی ضیا بھی اسی نور کا صدقہ ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کو "کٓھٰیٰعٓصٓ" کا مظہر قرار دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے نور سے چمکنے والی ہر شے حقیقت میں اسی جمالِ اقدس کی خیرات ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ہاں نورِ مصطفیٰ ﷺ کی بات صرف روحانی روشنی تک محدود نہیں، بلکہ وہ نور حقیقی ہے جو مادی کائنات کی اصل بھی ہے۔ ان کے اشعار میں آپ ﷺ کا نور کائناتی نظام کا مرکز، تخلیقِ عالم کا سبب، اور جنت کے جمال کا سرچشمہ ہے۔ دوسری جانب

علامہ اقبال نورِ مصطفیٰ ﷺ کو ایک فکری، روحانی اور تہذیبی روشنی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی دنیا میں آرزو، طلب، جستجو یا معنویت دکھائی دیتی ہے، وہ یا تو براہِ راست نورِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں ہے یا ابھی تک اس نورِ کامل ﷺ کی تلاش میں ہے۔ اقبال کے ہاں نورِ محمدی ﷺ کائنات کی روشنی سے زیادہ ایک فکری اور اخلاقی ہدایت کا سرچشمہ ہے، جو انسانیت میں اتر کر اسے ارتقا، معرفت اور بیداری کی راہوں پر گامزن کرتا ہے۔ نتیجتاً دونوں شعرا کے کلام اس بات پر متفق ہیں کہ کائنات کی اصل روشنی، معنویت اور بقا صرف اور صرف نورِ مصطفیٰ ﷺ کی مرہونِ منت ہے، چاہے وہ ظاہری جمال کی صورت میں ہو یا باطنی کمال کی۔

خلاصہ کلام

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی اور علامہ اقبال دونوں نے اپنے کلام میں شانِ رسالت مآب ﷺ کو بنیادی اہمیت دی ہے، لیکن دونوں کے اظہارِ محبت میں کچھ فرق بھی پایا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے اپنی شاعری اور نثر میں رسول کریم ﷺ کی شان و عظمت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ان کی شخصیت کا مرکزی محور ذاتِ رسول ﷺ ہے۔ ان کی نعتوں میں سرورِ کائنات ﷺ کی شان و عظمت اور ادب کا ایک خاص رنگ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے عقیدۂ ختمِ نبوت، ناموسِ رسالت ﷺ اور شریعتِ محمدیہ ﷺ کے تحفظ پر اپنی زندگی وقف کی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ محبتِ رسول ﷺ انسان کی روحانی کامیابی اور اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ علامہ اقبال بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت میں سرشار تھے، لیکن انہوں نے عشقِ رسول ﷺ کو مسلمانوں کی بیداری، اتحاد اور خودی کے ساتھ جوڑا۔ اقبال کا پیغام یہ تھا کہ حضور ﷺ کی محبت انسان کو عمل اور جہدِ مسلسل پر آمادہ کرتی ہے۔ ان کے کلام میں حضور ﷺ کی محبت کو ایک ایسی قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسان کو اپنی عظمتِ رفتہ کی یاد دلاتی ہے اور اسے خودی اور آزادی کی طرف مائل کرتی ہے۔ گویا دونوں شخصیات کے ہاں عشقِ رسول بنیادی جذبہ ہے، مگر اعلیٰ حضرت کا اندازِ عشق کے اظہار میں نسبتاً جذباتی اور عقیدت مندانہ ہے جبکہ اقبال کا انداز فلسفیانہ اور عملی نوعیت کا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، 2004ء، حصہ اول، ص:101

[2] ایضاً، ص:102

[3] ایضاً

[4] ایضاً، ص:46

[5] ایضاً، ص:46

[6] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار خودی، غلام علی پبلیشرز، لاہور، فروری 1973ء، ص:32

[7] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:35

[8] ایضاً

[9] ایضاً

[10] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(اردو)، بال جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع دوم1994ء، ص:440-441

[11] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:63

[12] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، 2012ء، حصہ اول، ص:94

[13] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(فارسی)، پیامِ مشرق، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع دوم1994ء، ص:203

[14] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، حصہ اول، ص:178

[15] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(اردو)، بانگِ درا، ص:236

[16] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:63

[17] ایضاً، حصہ دوم، ص:44

[18] ایضاً، ص:76

[19] ایضاً، ص:34

[20] علامہ اقبال، تشکیل جدید الٰھیات اسلامیہ، بزم اقبال، لاہور، مترجم: سید نذیر نیازی، 1958ء، ص:178

[21] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(اردو)، بالِ جبریل، ص:364

[22] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:45

[23] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(اردو)، بالِ جبریل، ص:363

[24] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:63

[25] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، حصہ اول، ص:215

[26] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، مکتبۃ المدینہ، حصہ اول، ص:226

[27] ایضاً، ص:227

[28] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(اردو)، بال جبریل، ص:441

[29] ایضاً

[30] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(فارسی)، اسرار ورموز، ص:173

[31] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:95

[32] ایضاً، ص:38

[33] ایضاً، ص:101

[34] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:58

[35] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(اردو)، بانگِ درا، ص:147

[36] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، مکتبۃ المدینہ، حصہ اول، ص:218

[37] ایضاً، ص:227

[38] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال(فارسی)، اسرار ورموز، ص:172

[39] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ اول، ص:45

[40] ایضاً، حصہ دوم، ص:7

[41] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص:159

[42] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ دوم، ص:18

[43] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، اکبر بک سیلرز، لاہور، حصہ دوم، ص:4

[44] ایضاً، ص:10

[45] ایضاً، ص:34

[46] رضا، امام احمد، حدائق بخشش، مکتبۃ المدینہ، کراچی، حصہ اول، ص:230

[47] ایضاً، ص:231

[48] علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص:601